قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 25 جنوری 2022ء | 21 جمادی الثانی 1443 ہجری قمری | 25 صلح 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 21

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

إِنَّ مِنۡ أَشَدِّ النَّاسِ بَلَآءً الۡاَنۡبِیَاءُ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ

لوگوں میں سے انبیاء پر سب سے کڑی آزمائش آتی ہے، پھر ان پر جو مرتبے میں ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب الطب باب عیادۃ النساء الرجال)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

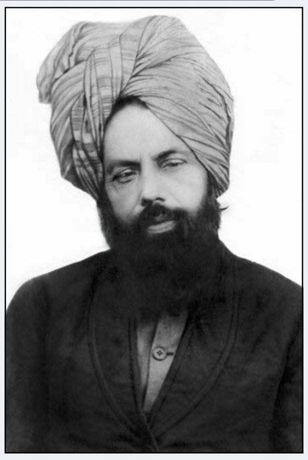

’’ایک روایت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے گیارہ لڑکے فوت ہوئے تھے۔ انبیاء اور رُسل کو جو بڑے بڑے مقام ملتے ہیں وہ ایسی معمولی باتوں سے نہیں مل جاتے جو نرمی سے اور آسانی سے پوری ہو جائیں بلکہ ان پر بھاری ابتلاء اور امتحان وارد ہوئے جن میں وہ صبر اور استقلال کے ساتھ کامیاب ہوئے تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے۔

دیکھو حضرت ابراہیمؑ پر کیسا بڑا ابتلاء آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور اس چھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا مگر آگے بکرا تھا۔ ابراہیم امتحان میں پاس ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے بیٹے کو بھی بچا لیا۔ تب خدا تعالیٰ ابراہیم پر خوش ہوا کہ اُس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیم نے اس کو ذبح کر دیا تھا۔ اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا۔ اور توریت میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر کیا تو ان کو گن سکتا ہے۔ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی۔ تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گذر گئی۔ اس کے نتیجہ میں کس قدر انعام ملا۔ آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپ کو ابراہیم کا فرزند کہتے ہیں۔

گھڑی دو گھڑی کی بات تھی وہ تو ختم ہو گئی اور اتنا بڑا انعام ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ درحقیقت انسان کا تقویٰ تب محقق ہوتا ہے جب کہ اس پر کوئی مصیبت وارد ہو۔ جب وہ تمام پہلو ترک کر کے خدا تعالیٰ کے پہلو کو مقدم کر لے اور آرام کی زندگی کو چھوڑ کر تلخ زندگی قبول کر لے تب انسان کو حقیقی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی اندرونی حالت کی اصلاح نری رسمی نمازوں اور روزوں سے نہیں ہو سکتی بلکہ مصائب کا آنا ضروری ہے۔

عشق اول سرکش وخونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

اول حملہ عشق کا شیر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ جس قدر انبیاء اور رسول اور صدیق گذرے ہیں اُن میں سے کسی نے معمولی امور سے ترقی نہیں پائی بلکہ ان کے مدارج کا راز اس بات میں تھا کہ انہوں نے خدا تعالے کے ساتھ موافقت تامّہ کی۔ مومن کی ساری اولاد ذبح کر دی جائے اور اس کے سوائے بھی اس پر تکالیف پڑیں تب بھی وہ بہرحال قدم آگے بڑھاتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 416 - 417 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰھِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَاۡ اَخۡبَارَکُمۡ ﴿۳۲﴾

(محمد: 32)

ترجمہ: اور ہم لازماً تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کو ممتاز کر دیں اور تمہارے احوال کو پرکھ لیں۔

فرمان خلیفہ وقت

’’دشمن جب اپنی دشمنی کی انتہا کو پہنچتا ہے، اللہ والوں کو ختم کرنے کے لئے ہر قسم کے حیلے اور حربے استعمال کرتا ہے، مختلف طریقے سے نقصان پہنچانے کے لئے منصوبہ بندیاں کرتا ہے، جانی اور مالی نقصان پہنچانے کے لئے جو بھی اس سے بن پڑتا ہے کرتا ہے۔ ہر عمر اور ہر طبقے کے افراد کو ہر وقت ذہنی اذیتیں پہنچانے کے لئے اور ان کا ذہنی سکون برباد کرنے کے لئے گھٹیا ترین اور انسانیت سے گرے ہوئے کام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نہ بچے کا لحاظ، نہ بوڑھے کا لحاظ، نہ عورت کا لحاظ رہتا ہے۔ ظالمانہ اور بہیمانہ روشیں اپنا لیتا ہے تا کہ ان اللہ والوں کو اللہ کی رضا کے حصول سے دور ہٹانے کی کوشش کرے۔ تو اُس وقت صبر و استقامت دکھانے والے مؤمنین اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگتے ہیں۔ دشمن کی اس انتہا اور اس کے نتیجے میں مومنین کی اس کیفیت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک شعر میں یوں کھینچا ہے۔ فرمایا:

؎ عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

پس یہ وہ نقشہ ہے جو مجبور و مظلوم مؤمنین کا اُن کی مجبوری اور مظلومیت کی حالت اور اُس کے ردّ عمل کے طور پر ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ اور آج یہ کیفیت اس روئے زمین پر دنیا کے بعض مسلمان ممالک میں سوائے احمدیوں کے کہیں اور ہمیں نظر نہیں آتی اور پاکستان میں اس کی انتہا آئے دن ہمیں دیکھنے میں آتی ہے۔

اس شعر میں جہاں ایک طرف دشمن کی انتہائی حالت کا ذکر ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے اور صبر و استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکتے چلے جانے والوں کا ذکر ہے۔ دشمن پر واضح کیا گیا ہے کہ تم نے تو یہ شورشیں، یہ زیادتیاں، یہ ظلم، یہ بربریت ہم پر اس لئے روا رکھی کہ ہم تمہاری بات مان کر تمہارے پیچھے چل پڑیں گے۔ تمہارے آگے ہاتھ

بقیہ صفحہ 10 پر

اس شمارہ میں

- راضی خدا تھا ان سے (منظوم)
- کتاب تعلیم کی تیاری (قسط 29)
- ’’زمینی جنت‘‘
- یونانی فلسفے قسط 3

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کا اثر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اب یہ ایک واقعہ ہے، بلکہ یہاں دو واقعات ہیں۔حضرت میاں محمد الدین صاحب ولد میاں نورالدین صاحب فرماتے ہیں، (اپنا بیان دے رہے ہیں پچھلا چلتا چلا آ رہا ہے) کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آریہ، برہمو، دہریہ لیکچراروں کے بد اثر نے مجھے اور مجھ جیسے اور اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا، یعنی خدا تعالیٰ سے دور لے گئے تھے، اسلام سے دور لے گئے تھے اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ براہین احمدیہ پڑھنے کو ملی تو وہ پڑھنی شروع کی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے کتاب پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بہت سارے ایسے ہیں جن کو یہ توفیق ہی نہیں ملتی اور ضد اُن کی طبیعت میں ہوتی ہے لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمانا تھا۔ کہتے ہیں مجھے براہین احمدیہ مل گئی، پڑھنی شروع کی۔ پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوں، صفحہ 90 کے حاشیہ نمبر 2 پر اور صفحہ نمبر 149 کے حاشیہ نمبر 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہو گئی۔ (یہ روحانی خزائن کی پہلی جلد کا صفحہ 78 ہے اور 'حاشیہ 2' انہوں نے میرا خیال ہے غلطی سے یہاں لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ اردو میں پہلے گنتی لکھی جاتی ہے۔ یہ 2 نہیں ہے، حاشیہ نمبر 4 ہے۔ اور اسی طرح روحانی خزائن کی جو جلد 1 ہے اُس کے صفحہ نمبر 153 میں یہ حوالہ ہے جو چار پانچ صفحے آگے حاشیہ نمبر 11 سے شروع ہوتا ہے۔ اس کو پڑھا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ہستی کی بات واضح ہوتی ہے۔) بہر حال یہ کہتے ہیں کہ مَیں وہاں پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔سردی کا موسم، جنوری 1893ء کی 19 تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ جب میں ''ہونا چاہئے'' اور ''ہے'' کے مقام پر پہنچا۔ (یہاں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بیان ہو رہا ہے۔) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ ہر چیز جو وجود میں آتی ہے یہ خیال پیدا ہوتا ہے اُس کو بنانے والا کوئی 'ہونا چاہئے' اور یہ کہ اس کا بنانے والا کوئی 'ہے'۔ یہ دو چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی ہیں۔سو یہ چیز ہے اصل میں جو خدا تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا کرتی ہے۔ بہر حال اس مضمون کی گہرائی تو بہت ہے، تفصیل میں اس وقت تو نہیں جایا جا سکتا۔ براہین احمدیہ میں جو لکھا ہوا ہے وہ پڑھیں) کہتے ہیں بہرحال آدھی رات کا وقت تھا جب مَیں یہ کتاب پڑھ رہا تھا۔ ''ہونا چاہئے'' اور ''ہے'' کے مقام پر پہنچا تو پڑھتے ہی معاً توبہ کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور مَیں نے توبہ کر لی۔ کورا گھڑا پانی کا بھرا ہوا صحن میں پڑا تھا۔یعنی نیا گھڑا ٹھنڈے پانی کا صحن میں پڑا ہوا تھا، جنوری کے دن اور پانی گھڑے کا کتنا یخ ہو گا، تصور کریں۔ اور تختہ سہ پائی میرے پاس تھی، سرد پانی سے لاچا (تہ بند) پاک کیا۔ ٹھنڈے

بقیہ صفحہ 11 پر

راضی خدا تھا ان سے

(کلام: حضرت مرزا شریف احمدؓ)

اے قوم احمدی تُو ذرا غور سے تو دیکھ
دینِ خدا کے واسطے تُو نے ہے کیا کِیا

ہر امتحاں کے وقت وہ ثابت قدم رہے
بڑھ بڑھ کے اپنی جاں کو قرباں سدا کِیا

ہے دعوئ وراثتِ اصحابِ مصطفیٰؐ
ان کی طرح بتا تو سہی تُو نے کیا کِیا

راضی خدا تھا ان سے وہ اس کی رضا پہ خوش
ان عاشقوں نے نفس کو ایسا فنا کِیا

کن کن مصیبتوں میں وہ ثابت قدم رہے
کچھ یاد ہے تمہیں جو صحابہ نے تھا کِیا

اب اپنا اور ان کا تقابل ذرا کرو
کیا کیا وہ کر گئے ہیں مگر تم نے کیا کِیا

چُھوٹا وطن، عزیز چُھٹے، ہمنشیں چُھٹے
کفار نے ہر عیش کو ان کے فنا کِیا

وہ کتنے ملک ہیں جنہیں تبلیغ تم نے کی
کتنے دلوں کو شرک سے تم نے رہا کِیا

لُوٹے گئے، شہید ہوئے، راہِ دیں، میں
سب جان و مال اپنا خدا پر فِدا کیا

اسلام کی اشاعتِ کامل کے فرض کو
تمہی کہو کہ تم نے کہاں تک ادا کیا

پرکھا انہیں خدا نے ہزاروں طریق سے
لیکن انہوں نے حقِ محبت ادا کیا

کتنوں نے دین کے لئے دنیا نثار کی
کتنوں نے جان و مال کو وقفِ خدا کیا

پروانہ تھے وہ شمع صداقت کے واسطے
فرحاں تھی روح گو تنِ خاکی جلا کِیا

جو مال دے گئے تھے مسیحِ محمدیؑ
کس کس کو تم نے وہ زرِ خالص عطا کیا

حصہ لیا ہے تم نے جو تبلیغِ دین میں
اعلان حق جو تم نے ببانگ درا کیا

اداریہ

کتاب تعلیم کی تیاری

قسط 29

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

2۔ نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

3۔ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے

اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى

(النجم: 38)

ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت کو چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو طیار نہ ہو جاوے۔ اور اس کی ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو طیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہوسکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے طیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ کیا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے طیار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کرسکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں۔ وہ ایسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں۔ الگ جسم یا اکیلی روح کوئی نیک یا بدعمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے جزا و سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بعض لوگ ایسے راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونوں خطرناک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مجرد تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض آرام طلبی سے بھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 86-87، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے اور ان کو شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجاوے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کرسکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کرسکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہوسکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں۔ اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچ لے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں؟ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خود خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہئے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 94-96، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

نفس کے ہم پر حقوق

آدمی کئی قسم کے ہیں بعض ایسے کہ بدی کر کے پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ بھلا یہ کونسی صفت ہے جس کے اوپر ناز کیا جاوے۔ شر سے اس طرح پرہیز کرنا نیکی میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ اس کا نام حقیقی نیکی ہے۔ کیونکہ اس طرح تو جانور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ میاں حسین بیگ تاجر

ایک شخص تھا اس کے پاس ایک کتا تھا وہ اسے کہہ جاتا کہ روٹی کو دیکھتا رہ تو وہ روٹی کی حفاظت کرتا۔ اسی طرح ایک بلی کو سنا ہے کہ اسے بھی ایسے ہی سکھایا ہوا تھا۔ جب بعض لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے امتحان کرنا چاہا۔ اور ایک کوٹھڑی کے اندر حلوہ، دودھ اور گوشت وغیرہ ایسی چیزیں رکھ کر جس پر بلی کو ضرور لالچ آوے اس بلی کو وہاں چھوڑ کر دروازہ کو بند کر دیا کہ دیکھیں اب وہ ان اشیاء میں سے کھاتی ہے کہ نہیں۔ پھر جب ایک دو دن بعد کھول کر دیکھا تو ہر ایک شے اسی طرح پڑی تھی اور بلی مری ہوئی تھی اور اس نے کسی شے کو ہلایا تک بھی نہ تھا۔ اس لئے اب شرم کرنی چاہئے کہ انہوں نے حیوان ہو کر انسان کا حکم ایسا مانا اور یہ انسان ہو کر خدا کے حکم کو نہیں مانتا۔ نفس کو تنبیہ کرنے کے واسطے ایسی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور بہت سے وفادار کتے بھی موجود ہیں مگر افسوس اس کے لئے ہے کہ جو کتے جتنا مرتبہ بھی نہیں رکھتا تو بتلادے کہ پھر وہ خدا سے کیا مانگتا ہے؟ انسان کو تو خدا نے وہ قویٰ عطا کئے ہیں کہ اور کسی مخلوق کو عطا نہیں کئے۔ شر سے پرہیز کرنے میں تو بہائم بھی اس کے شریک ہیں۔ بعض گھوڑوں کو دیکھا ہے کہ چابک آقا کے ہاتھ سے گر پڑی تو منہ سے اٹھا کر اسے دیتے ہیں اور اس کے کہنے سے لیٹتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور اٹھتے ہیں اور پوری اطاعت کرتے ہیں تو یہ انسان کا فخر نہیں ہوسکتا کہ چند گنے ہوئے گناہ ہاتھ پاؤں وغیرہ دیگر اعضاء کے جو ہیں ان سے بچا رہے۔ جو لوگ ایسے گناہ کرتے ہیں وہ تو بہائم سیرت ہیں جیسے کتوں بلیوں کا کام ہے کہ ذرا برتن ننگا دیکھا تو منہ ڈال لیا اور کوئی کھانے کی شے ننگی دیکھی تو کھالی۔ تو ایسے انسان کتے بلی کے سے ہی ہوتے ہیں انجام کار پکڑے جاتے ہیں۔ جیل خانوں میں جاتے ہیں جاکر دیکھو تو ایسے مسلمانوں سے زندان بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت انساں کہ حدِ مشترک را جامع است

می تواند شد مسیحا می تواند شد خرے

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 56-57، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

یہ زمانہ بھی رُوحانی لڑائی کا ہے۔ شیطان کے ساتھ جنگ شروع ہے۔ شیطان اپنے تمام ہتھیاروں اور مکروں کو لے کر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو شکست دے مگر خدا تعالیٰ نے اس وقت شیطان کی آخری جنگ میں اُس کو ہمیشہ کے لئے شکست دینے کے لئے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ مبارک وہ جو اس کو شناخت کرتا ہے اب تھوڑا زمانہ ہے ابھی ثواب ملے گا لیکن عنقریب وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھائے گا۔ وہ وقت ہوگا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کا مصداق ہوگا۔ اس وقت میرے قبول کرنے والے کو بظاہر ایک عظیم الشان جنگ اپنے نفس سے کرنی پڑتی ہے۔ وہ دیکھے گا کہ بعض اوقات اس کو برادری سے الگ ہونا پڑے گا۔ اُس کے دُنیوی کاروبار میں روک ڈالنے کی کوشش کی جاوے گی اُس کو گالیاں سنّی پڑیں گی۔ لعنتیں سُنے گا مگر ان ساری باتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا۔

لیکن جب دوسرا وقت آیا اور اس زور کے ساتھ دُنیا کا رجوع ہوا جیسے ایک بلند ٹیلہ سے پانی نیچے گرتا ہے اور کوئی انکار کرنے والا ہی نظر نہ آیا اُس وقت اقرار کس پایہ کا ہوگا اس وقت ماننا شجاعت کا کام نہیں۔ ثواب ہمیشہ دُکھ ہی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر کے اگر مکہ کی نمبرداری چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک دنیا کی بادشاہی دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کمبل پہن لیا اور ہر چہ بادا باد ماکشتی در آب انداختیم کا مصداق ہو کر آپ کو قبول کیا تو کیا خدا تعالیٰ نے ان کے اجر کا کوئی حصہ باقی رکھ لیا ہرگز نہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے ذرا بھی حرکت کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اس کا اجر نہ پالے۔ حرکت شرط ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف معمولی رفتار سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ ایمان یہ ہے کہ کچھ مخفی ہو تو مان لے۔ جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے لیکن چودھویں کے چاند کو دیکھ کر شور مچانے والا دیوانہ کہلائے گا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 123-124، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

جب یہ لوگ خدا کے قائل نہیں تو الہام کے کب قائل ہوں گے؟ ان لوگوں کو بے عقل بھی نہیں کہنا چاہئے بلکہ ان میں نور ایمان نہیں ہے کیا وہ کسی ایسے مفتری وکذاب کی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ اس کی مخالفت پر ناخنوں تک زور لگایا گیا ہو اور ہمیشہ قبل از وقت اپنے افتراء شائع کرتا رہا ہو اور پھر وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے رہے ہوں بتلاویں تو سہی جس شدّ و مدّ سے ہم نے خبریں قبل از وقت پیش کی ہیں کسی اور نے بھی کیں ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک خدا پر یقین نہ ہو۔ خدا کی معرفت ضروری ہے کوئی آسانی امر ان کے نزدیک عظمت کے قابل نہیں ہے تعجب آتا ہے کہ ایک طرف طاعون کا یہ حال ہے اور ایک طرف دلوں کی یہ سختی۔ کوئی اور برتن ہو تو انسان اس میں ہاتھ ڈال کر صاف بھی کر لے مگر ان کے دلوں کے برتن جن کے اندر زنگار بھرا ہوا ہے کیسے صاف ہوں۔ عجب معاملہ ہے جس قدر ہمیں ان پر حسرت ہوتی ہے اسی قدر ان کو نفرت اور بغض اور جوش بڑھتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی جس کا معدہ بلغم یا صفرا سے بھرا ہوا ہو تو اسے کھانا کھانے سے تنفر ہوتا ہے کہ وہ کھانے کا نام سن کر بھی برداشت نہیں کرسکتا اور اس کا جی بیزار ہوتا ہے یہی حال ان کا ہے سچی بات کا نام تک نہیں سن سکتے کس کس کی شکایت کریں سب ایک ہی ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے جب سے یہ الہام ہوا ہے۔ ’’دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔‘‘ اب اس کا مفہوم کہ زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا قابلِ غور ہے بیوقوف جانتے نہیں کہ یہ کاروبار مصنوعی کیسے چل سکتا ہے؟ ہمارے دیکھتے ہوئے ہزاروں چل بسے لیکن ان لوگوں کے نزدیک اب سب کچھ جائز ہو گیا ہے کل خوبیاں جو کہ صادقوں کے لیے تجویز کرتے تھے اب سب کاذبوں کو دیدی ہیں اور ایسے تہیدست ہوئے ہیں کہ کوئی خوبی صادق کی بیان کر ہی نہیں سکتے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 159-160، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

جو الہام مجھ کو بھول گیا تھا آج یاد کیا ہے اور وہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ عِبَادِہٖ یُوَاسِیْکَ۔ یعنی اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے اور تیری غمخواری کرے گا۔

(البدر جلد 2 نمبر 7 مورخہ 6 مارچ 1903ء صفحہ 50)

جہلم سے خبر آئی کہ کرم دین نے حضرت اقدس پر ایک اور مقدمہ مواہب الرحمٰن کے بعض الفاظ کی بنا پر کیا ہے۔

فرمایا: اب یہ ان لوگوں کی طرف سے ابتداء ہے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ ان کے مقابلہ میں کیا کیا تدبیر اختیار کرے گا۔ یہ استغاثہ ہم پر نہیں اللہ تعالیٰ پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مقدمات کرکے تھکانا چاہتے ہیں۔ الہام اِنَّ اللّٰہَ مَعَ عِبَادِہٖ یُوَاسِیْکَ اسی کے متعلق اجتہادی طور پر معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی الہام سَاُکْرِمُکَ اِکْرَامًا عَجَبًا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 178، سن اشاعت 2016ء مطبوعہ لندن)

(ترتیب و کمپوزڈ: عنبرین نعیم)

فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

”زمینی جنت“

قسط 1

نیا سلسلہ بعنوان”قرآنی انبیاء“

مکرم مرزا خلیل احمد ۔ نمائندہ الفضل آن لائن گھانا نے مکرم فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کے وہ مضامین بعنوان”قرآنی انبیاء“ برائے اشاعت ارسال کئے ہیں۔ جو کسی وقت 1993ء۔1994ء میں تشحیذ الاذہان میں انبیاء کے سوانح پر شائع ہوئے تھے ۔ اور موصوف نے ادارہ کو یہ لکھ کر درخواست کی ہے کہ چونکہ روزنامہ الفضل آن لائن دنیا بھر میں ایک بڑی تعداد کے مطالعہ میں آتا ہے اس لئے انہیں افادہ عام کے لئے مکرر شائع کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

خاکسار نے جب ان مضامین پر نظر دوڑائی تو سہل زبان اور علمی ہونے کے ناطے انہیں اپنے عالمگیر قارئین کے لئے مفید پایا۔اور ان کی مکرر اشاعت کو اس امید کے ساتھ مناسب سمجھا کہ قارئین کو یہ سلسلہ پسند آئے گا اور ازدیاد علم کا باعث ہو گا۔(ایڈیٹر)

انسان اس وقت غاروں میں رہا کرتا تھا۔تہذیب و تمدن سے بالکل عاری یہ انسان اعلیٰ اخلاق سے ناآشنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ترقی کے لئے اپنے ایک بندے کو مبعوث کیا۔حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی کے طور پر ان لوگوں کی اصلاح کرنے لگے اور رفتہ رفتہ ایک خوبصورت ماحول پیدا ہو گیا۔ ایک بے نظیر معاشرہ بن گیا گویا زمین پر جنت قائم ہوگئی۔ پھر ایک دن اس جنت میں کچھ شیطان صفت لوگ آ گھسے۔ اور وہاں کے امن کو برباد کر دیا۔

آج سے قریباً سات ہزار سال قبل پیش آنے والے واقعات جن میں ہر دور کے لوگوں کے لئے سبق ہے۔

ہماری یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں اسے بنے ہوئے لاکھوں کروڑوں سال گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو ہر ایک چیز کا خالق اور مالک ہے اس نے اس زمین کو آباد کرنے کے لئے اور اپنی صفات اور اپنی ذات کی شناخت کے لئے انسانوں کو پیدا کیا۔ انسان کی پیدائش کتنی پرانی ہے اس بارے میں ابھی تک کوئی قطعی بات سامنے نہیں آئی۔ البتہ ہمارے اس دور میں جس میں ہم رہ رہے ہیں پہلا منظم اور متمدن معاشرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت آدمؑ کے ذریعے قائم ہوا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آدمؑ سے پہلے انسان دنیا میں آباد نہ تھے یا وہ کسی نظام کے ماتحت نہ رہتے تھے بلکہ انسانیت پر مختلف دور آتے رہے ہیں ایک مرتبہ منظم اور متمدن معاشرہ پیدا ہوا اور ترقی کرتا کرتا اپنے کمال کو پہنچ گیا پھر بعض حادثات کے نتیجے میں وہ معاشرہ تباہی کا شکار ہو گیا اور تمام ترقیات خاک میں مل گئیں۔ پھر ایسا ہی ایک معاشرہ بنا ترقیات کیں اور پھر مٹ گیا۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہا اور کب سے یہ سلسلہ جاری ہے اس بارے میں قطعی طور پر کہنا ممکن نہیں ہے۔

اس وقت ہم جن آدمؑ کی بات کر رہے ہیں یہ ہمارے اس دور کے وہ اول نبی تھے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے تباہ شدہ انسانی معاشرے کو ترتیب اور تنظیم دینے کے لئے مبعوث کیے گئے تھے۔ یہ آج سے کوئی سات ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ انسان پراگندہ صورت میں زمین پر آباد تھے۔جنگلی درندوں اور ضرر پہنچانے والے جانوروں کے خوف سے وہ غار میں رہا کرتے تھے۔ کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی اور نہ ہی کوئی رہن سہن کا طریقہ تھا جس کا جو جی چاہتا تھا کرتا تھا اور جیسے جی چاہتا تھا رہتا تھا۔

اپنے ان بکھرے ہوئے غیر تہذیب یافتہ انسانوں کی متحد اور منظم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کو جن کا نام آدمؑ تھا کھڑا کیا۔ روایات کے مطابق آپ مشرقی علاقوں کے رہنے والے تھے اور تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہندوستان یا اس کے قرب و جوار کے کسی ملک کے رہنے والے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کی نعمت سے نوازا اور نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ آپ ایک مہذب اور بااخلاق معاشرے کے قیام میں مصروف ہو گئے۔ وہ لوگ جو غاروں میں رہ رہے تھے ارتہذیب سے ناآشنا تھے آپ نے انہیں غاروں سے نکل کر زمین پر آباد ہونے کا مشورہ دیا انہیں سمجھایا کہ تم درندوں کے خوف کی وجہ سے غاروں میں چھپ کر رہتے ہو لیکن اگر تم اکٹھے ہو کر آبادی بنا کر رہنا شروع کر دو تو درندوں کے حملوں کے یہ خطرے جاتے رہیں گے۔تم متحد ہو کر رہو ایک دوسرے کی مدد کرو۔مختلف پیشے اپناؤ اور ایک اچھے معاشرے کی تعمیر کرو۔ گو یہ بات ابتدائی طور پر تو سب لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکی لیکن پھر بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے اور مل جل کر ایک خوبصورت معاشرہ بنانے لگے۔

روز بروز یہ خوبصورتی بڑھتی جا رہی تھی اور ایک جنت نظیر معاشرہ تشکیل پا رہا تھا جس میں حضرت آدمؑ اپنے نیک اور مخلص ساتھیوں کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔ نیکیاں بجالاتے تھے اور اپنے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ گویا زمین پر ایک جنت قائم ہو گئی تھی جس میں حضرت آدمؑ اور آپ کے ساتھی رہ رہے تھے۔ لیکن اس جنت نظیر معاشرے کی تعمیر بعض شیطان صفت لوگوں کو اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ کیوں ہم آدم کی بات مانیں؟ کیوں آدم کی اطاعت کریں جو ہم جیسا ہی ایک انسان ہے بلکہ کئی لحاظ سے ہم سے ادنیٰ ہے اور ہم اس سے اعلیٰ ہیں۔ اس لئے ہم کیوں آدم کی اطاعت کریں۔ یہ شیطانی سوچیں رکھنے والے لوگ مسلسل حضرت آدمؑ کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح آدم کی اس جنت کو جو آپ نے بڑی محنت سے بنائی تھی تباہ کر دیں۔ کسی طرح اس معاشرے میں توڑ پھوڑ کریں اور ان کی خوشیوں کو خاک میں ملا دیں۔

دوسری طرف حضرت آدمؑ اپنے نیک ساتھیوں کو ساتھ لے کر ان فتنہ پرداز شیطانوں کے خلاف مجاہدہ کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دے رکھا تھا کہ یہ شیطان مومنوں کے درمیان فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیشہ ان سے ہوشیار رہنا۔ یہ شجرہ شیطانی (یعنی شیطانی نسل کے لوگ) تمہارے مشن میں روک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اس لئے ان کے خلاف جہاد جاری رکھنا کیونکہ ان شیطانوں کے ساتھ اگر تم نے تعلق جوڑ لیا تو اس کے نتیجہ میں تمہاری مشکلات بہت بڑھ جائیں گی۔ حضرت آدمؑ نے اس حکم کے ماتحت شیطان سے یعنی ان لوگوں سے جو شیطانی خیالات رکھتے تھے جہاد شروع کر دیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اس طرح ہم آدمؑ اور آپ کے ساتھیوں کو شکست نہیں دے سکتے تو انہوں نے صلح صلح کا شور مچا دیا اور کہا کہ بھلا لڑائی سے بھی کبھی امن قائم ہو سکتا ہے۔ امن تو صلح سے قائم ہو سکتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم صلح کر لیں۔حضرت آدمؑ غلطی سے ان کی یہ بات مان گئے اور ان شیطانوں سے صلح کر لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شیطان بھی دوستوں کے روپ میں آپ کے جنت نظیر معاشرے میں آ گھسے اور اندر آ کر انہوں نے قوم میں فتنہ فساد پیدا کر دیا۔ اور وہ مقصد جس کو باہر رہ کر حاصل نہیں کر سکتے تھے اندر آ کر انہوں نے حاصل کر لیا۔ اور بہت بڑا فساد پیدا ہو گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں ان لوگوں سے تعلق جوڑنے سے منع کیا تھا لیکن تم نے غلطی کی اب ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ اور زمین میں پھیل جاؤ تا کہ یہ فتنہ وفساد مزید نہ بڑھے۔ اور ان لوگوں کو مزید شیطانی حرکات کا موقعہ نہ مل سکے۔ چنانچہ اس حکم الٰہی کے ماتحت آدمؑ اور آپ ماننے والوں کو اس زمینی جنت سے ہجرت کرنا پڑی۔ اور اسے چھوڑنا پڑا۔

آدمؑ اپنی اس غلطی پر جو نادانستہ طور پر آپ سے ہو گئی تھی سخت غمگین تھے۔ آپ اپنے خدا تعالیٰ کے سامنے جھک گئے اور توبہ اور استغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کی فریاد فوراً سنتا ہے۔ اس نے اپنے پیارے بندے آدمؑ کی غلطی کو بھی فوراً معاف کر دیا بلکہ انہیں مزید ترقیات کے راستے بھی بتائے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے یہ نیک اور بزرگ نبی اپنا کام پورا کرتے ہوئے وفات پا گئے اور اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

حضرت آدمؑ کے واقعات سے متعلق لوگوں میں بہت سے الٹی سیدھی کہانیاں مشہور ہیں۔ اور لوگوں نے قرآن کریم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عجیب عجیب قصے حضرت آدمؑ کے متعلق بنا لئے ہیں۔ آیئے دہرائی کے طور پر ہم مختصراً ان باتوں کا ذکر کر دیں تا کہ اصل باتیں ہمیشہ یاد رہ سکیں۔

☆ حضرت آدمؑ پہلے انسان نہیں تھے بلکہ آپ سے پہلے بھی دنیا میں انسان موجود تھے۔

☆ آپ ہمارے اس دور کے پہلے نبی تھے جو لوگوں کو تہذیب اور اخلاق سکھلانے کے لئے مبعوث کیے گئے تھے۔

☆ آپ مشرقی ممالک کے رہنے والے تھے اور بعض روایات کے مطابق آپ کا تعلق ہندوستان سے تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدمؑ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا تھا۔ ظاہری سجدہ مراد نہیں تھا۔

☆ نیک اور اچھے لوگوں نے حضرت آدمؑ کی اطاعت کی تھی اور آپ کے ساتھ مل کر ایک تہذیب یافتہ معاشرے کی بنیاد رکھی تھی۔

☆ بعض سرکش لوگ آپ کے خلاف ہو گئے تھے اور شیطانی حرکتوں پر اتر آئے تھے۔ انہی کو قرآن کریم میں ابلیس کہا گیا ہے۔

☆ یہ شیطان لوگ صلح کے نام پر آپ سے تعلق جوڑنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی شیطانی سوچوں کی وجہ سے حضرت آدمؑ کو ان سے تعلق رکھنے سے منع کر دیا تھا۔ (انہی کا ذکر قرآن کریم میں ایک شجرہ یعنی درخت کے طور پر کیا گیا ہے کہ ہم نے آدمؑ کو ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا)

☆ حضرت آدمؑ ان شیطانی لوگوں کی صلح کی باتیں سن کر غلطی کر گئے اور نادانستہ طور پر ان سے تعلق جوڑ لیا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو حضرت آدمؑ کے خوبصورت معاشرے میں فساد ڈالنے کا موقع مل گیا۔

☆ حضرت آدمؑ جس جنت میں رہتے تھے وہ زمین پر ہی تھی اور اس جنت سے مراد وہ جنت نظیر معاشرہ ہے جو آپ کے ذریعہ سے قائم ہوا۔

☆ حضرت آدمؑ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ ایک بھول تھی جو آپ سے نادانستہ طور پر ہوئی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا ساتھ چھوڑا بلکہ بڑی محبت اور پیار کے ساتھ ہمیشہ آپ سے اپنا تعلق قائم رکھا۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔ موروگورو، تنزانیہ

یونانی فلسفے کے مسلمان مفکرین پر گہرے اثرات اور نظریہ ٔ وحدت الوجود کا تدریجی ارتقاء

(قسط سوم)

4. حسین بن منصور حلاج

آپ کی ولادت 244ھ میں فارس میں ہوئی۔ آپ نے جنید بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ بھی بظاہر وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اور اپنے قول ''اَنَا الْحَقّ'' کی وجہ سے قتل کئے گئے۔ روایت کے مطابق منصور حلاج نے کہا:

''جو شخص اطاعت میں اپنے نفس کو پختہ کر لیتا ہے، اپنے دل کو اعمال و اشغال صالحہ کا خوگر بنالیتا ہے، ترک لذت کا عادی ہو جاتا ہے، شہوات اور خواہشات نفسانی پر اقتدار حاصل کر لیتا ہے، وہ مقام مقربین تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر جب اس کے نفس کا تزکیہ زیادہ ہو جاتا ہے تو بشریت کی حدود سے گزر جاتا ہے اور جب اس میں بشریت کا شائبہ نہیں رہتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی روح پاک میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ مطیع سے مطاع بن جاتا ہے یعنی وہ روحانیت کی اس منزل پر ارتقاء کر جاتا ہے جہاں وہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ لوگ اس کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی واقع ہو جاتی ہے جو پہلے سے مشیت الٰہی بن چکی ہوتی ہے۔ پھر اس کا قول وفعل اس کا نہیں رہتا بلکہ خود خدا کا قول وفعل بن جاتا ہے۔''

5. ابو بکر شبلی

آپ بھی جنید بغدادی کے مرید تھے۔ 247ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارہ میں جنید بغدادی نے کہا: ''ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج شبلی ہے۔'' آپ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے۔ وفات کے وقت لوگوں نے ان سے کہا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیجئے تو شبلی نے کہا: ''کہ جب غیر کا وجود ہی نہیں تو نفی کس کی کروں۔'' شبلی کے نزدیک تصوف بھی شرک تھا۔ فرماتے ہیں: ''تصوف شرک ہے اس لئے کہ تصوف نام ہے دل کو مشاہدہ غیر سے محفوظ رکھنے کا۔ حالانکہ یہاں غیر کا کوئی وجود ہی نہیں۔''

6. شیخ محی الدین ابن عربی اور نظریہ ٔ وحدت الوجود

اب آیئے اُس عظیم ہستی کی طرف جس کا نام نظریہ وحدت الوجود کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی جنہیں صوفیا کے گروہ میں شیخ اکبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اندلس کے علاقے مرسیہ میں 560ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ابن رُشد کے ہم عصر تھے۔ ابن عربی کا فکر و تدبر اور معرفت کی طرف رجحان ابن رُشد کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا۔ آپ کی وفات 638ھ میں ہوئی۔ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ ان کی دو عظیم الشان تصنیفات ہیں (اگرچہ تصنیفات کی کل تعداد پانچ سو تک بتائی جاتی ہے)۔ ابن عربی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہی ان کا نام محی الدین تجویز فرمایا اور ان کے عظیم المرتبت مقام پانے کی پیشگوئی فرمائی۔

مسلمان فلسفہ دانوں اور صوفیا کا یہ مشترکہ مسئلہ رہا ہے کہ کسی طرح یونانی فلسفے اور اسلامی تعلیمات میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ الکندی سے لے کر محی الدین ابن عربی تک سب نے اس پر زور لگایا مگر پھر بھی وہ مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ اس کے لئے انہوں نے مستعار لئے گئے یونانی فلسفے میں اسلامی اصطلاحات کا تڑکا لگا کر اسے اسلامی فلسفہ بنانے کی کوشش کی۔

اس سے پہلے کہ ابن عربی کے نظریہ ٔ وحدت الوجود کا جائزہ لیا جائے بہتر ہوگا کہ مختصر افلاطون اور فلاطینوس کے نظریات کو ذہن میں مستحضر کر لیا جائے۔ افلاطون (Plato) نے پارمینیڈیز (Parmenides) کے دو دنیاؤں کے تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے اس مادی اور حسی دنیا کو غیر حقیقی قرار دیا اور ایک غیر مادی اور غیر حسی دنیا کا نظریہ پیش کیا جسے اس نے عالم مثال کا نام دیا۔ افلاطون کے نزدیک اس مادی دنیا میں پائے جانے والی ہر شے کا ایک مکمل سانچہ غیر حسی دنیا میں موجود ہے اور وہی اصلی اور حقیقی، لازوال اور غیر متبدل دنیا ہے۔ مثلاً حسی دنیا میں پائے جانے والے تمام گھوڑوں کی نسل کا ایک مثالی گھوڑا عالم امثال میں موجود ہے اسی طرح باقی ہر Species کا ایک اعلیٰ اور اکمل ترین نمونہ عالم امثال میں ہے۔ ان کو افلاطون نے Forms کا نام دیا۔

افلاطون کے شاگرد ارسطو نے افلاطون کے اس نظریے کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ مادی دنیا ہی حقیقی اور اصلی دنیا ہے اور کسی غیر حسی دنیا کا کوئی وجود نہیں ہے اور مادہ اور اس کی شکل دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں بلکہ مادہ کے اندر ہی اس کی آخری اور مکمل شکل موجود ہوتی ہے۔

فلاطینوس (Plotinus) تیسری صدی عیسوی کا وہ عیسائی فلسفی ہے جس نے Emanation کا نظریہ پیش کیا جسے نظریہ صدور بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ اسلامی نظریہ تخلیق کی نفی کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ الکندی سے لے کر ابن سینا تک سب اسی فلسفے کی بنیاد پر اپنی اپنی حاشیہ آرائی کرتے نظر آتے ہیں اور اب سب نے اسے ارسطو کے فلسفے کے طور پر پیش کیا جبکہ اس کا ارسطو سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔

ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے ماخذ

1. ذاتی کشوف
2. یونانی فلسفہ
3. فرقہ باطنیہ کے نظریات
4. قرآن و حدیث (کی تشریح اپنے کشوف کی بناء پر)

ابن عربی نے اپنے فلسفے کی بنیاد اپنے کشوف سے اُٹھائی ہے اور باقی تمام ذرائع علم کو وہ اپنے کشوف کی بنیاد پر پرکھتے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

''ہم اپنے ایسے اور دوسرے علوم میں جو دعویٰ کرتے ہیں ان سب کا اعتماد ہمارے ذاتی کشف پر ہے اور کبھی یہ علوم فکری نظر سے بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ پس جس کی علمی فکر صحیح ہوگی وہ ارباب کشف کے ساتھ بھی موافقت کرے گا اور جس کی فکری نظر غلط ہوگی وہ ارباب کشف کے ساتھ بھی مخالفت کرے گا۔''

(فتوحات مکیہ، صفحہ 224)

یونانی فلسفے کے بارے میں اوپر تفصیل سے لکھ آیا ہوں۔

ابن عربی قرآن و حدیث کی جو تشریح اپنے نظریے کے حق میں کرتے ہیں اس میں باطنیت کا فلسفہ کارفرما نظر آتا ہے۔ مثلاً سورت طٰہٰ کی مندرجہ ذیل آیت کو دیکھئے:

مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَ فِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَ مِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی

(طٰہٰ:56)

''ہم نے تمہیں اس زمین سے ہی پیدا کیا اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں ہم دوسری مرتبہ نکالیں گے۔''

اب ابن عربی کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں: ''ہم سب احدیت سے نکلے تھے، فنا ہو کر پھر احدیت میں جا چھپیں گے۔ پھر لقا ملے گی اور دوبارہ نمودار ہوں گے۔''

(فصوص الحکم)

سورت النازعات کی ایک آیت جس میں فرعون نے کہا تھا ''اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی'' (آیت 25) کی تفسیر میں ابن عربی لکھتے ہیں:

''پس فرعون کو ایک طرح سے حق تھا کہ کہے انا ربکم الاعلیٰ کیونکہ فرعون ذات حق سے جدا نہ تھا اگرچہ اس کی صورت فرعون کی سی تھی'' (فصوص الحکم)۔ یعنی دوسرے الفاظ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ ابن عربی کے مطابق موسیٰ اور فرعون میں کوئی فرق نہیں۔

وحدت الوجود کے حق میں پیش کردہ قرآنی آیات

اس سے قبل کہ میں وہ آیات قرآنی پیش کروں جو وجودی نظریہ وحدت الوجود کے حق میں پیش کرتے ہیں میں قرآنی اسلوب سمجھنے کے لئے وہ راہنما اصول بیان کردوں جسے خود قرآن مجید نے پیش فرمایا ہے۔ سورت آل عمران میں ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡہُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ہُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِہٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَہَ مِنۡہُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَۃِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِہٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ

(آل عمران :8)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اسی میں سے محکم آیات بھی ہیں وہ کتاب کی ماں ہیں اور کچھ دوسری متشابہ (آیات) ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ چاہتے ہوئے اور اس کی تاویل کی خاطر اُس میں سے اس کی پیروی کرتے ہیں جو باہم مشابہ ہے حالانکہ اللہ کے سوا اور ان کے سوا جو علم میں پختہ ہیں کوئی اس کی تاویل نہیں جانتا۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے محکم آیات کو کتاب کی ماں قرار دیا ہے۔ اور جو متشابہ آیات ہیں انہیں محکم آیات کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا۔ اگر کوئی متشابہ آیت بظاہر محکم آیت سے مختلف معانی دیتی ہے تو اس کی تاویل کرنی ہوگی اور تاویل کا کام صرف وہی کرسکتا ہے جو علم میں پختہ ہو۔ اور علم میں پختہ ہمارے نزدیک ایک ہی عظیم شخصیت ہے یعنی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل کیا گیا اور جو سب سے بڑے اور سب سے پہلے مفسر قرآن ہیں۔ متشابہ آیات کی وہی تفسیر قابل قبول ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ محکم آیات سے متضاد تاویل کو دلوں کی کجی قرار دیا گیا ہے اور ایسی حالت سے بچنے کی دعا سکھائی گئی۔ فرمایا

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ہَدَیۡتَنَا وَہَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَہَّابُ۔

(آل عمران :9)

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’بینات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرنا کج دل آدمیوں کا کام ہے۔ اگر قرآن شریف کا حصہ کثیر جو حقیقی طور پر عابد اور معبود اور خالق اور مخلوق میں دائمی فرق کر کے دکھلاتا ہے ایک طرف اکٹھا کیا جاوے اور دوسری طرف وہ چند آیات متشابہات دکھلائی جائیں جن کو وجودی محض تعصب اور نادانی کی وجہ سے اپنے دعویٰ کی دستاویز بنانا چاہتے ہیں تو طالب حق کو واضح ہو کہ کس قدر ان کے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور کیسے وہ طریق انصاف اور طلب حق سے دور جا پڑے ہیں۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 647 مکتوب بنام منشی مظہر حسین صاحب)

ابن عربی اور ان کے معتقدین مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے استنباط کرتے ہیں۔

1. ہُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ

(الحدید : 4)

وہی اول اور وہی آخر، وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا دائمی علم رکھتا ہے۔

2. وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

(قٓ :17)

اور ہم اس سے (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

3. اَجَعَلَ الۡاٰلِہَۃَ اِلٰـہًا وَّاحِدًا

(صٓ :6)

کیا اُس نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا لیا ہے۔

4. وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

(الرعد :16)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

5. مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَفِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَمِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی

(طٰہٰ :56)

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹا دیں گے اور اسی سے تمہیں ہم دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

قرآنی آیت ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ سے وجودی استنباط کرتے ہیں کہ جیسے خدا دیکھتا اور سنتا ہے اسی طرح ہم بھی دیکھتے اور سنتے ہیں اس لئے ہم خدا کی صفات میں شریک ہیں اور محی الدین ابن عربی کے نزدیک چونکہ صفات خداوندی خدا کا عین ہیں اس لحاظ سے ہم بھی خدا کا عین ہیں۔

اس طرح مندرجہ ذیل حدیثوں کو وہ اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

خَلَقَ الۡاٰدَمَ عَلٰی صُوۡرَتِہٖ۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ۔

لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ۔

کُنۡتُ کَنۡزًا مَّخۡفِیًّا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ۔

فلسفہ ٔ وحدت الوجود کے تین ستون

محی الدین ابن عربی کے نظریۂ وحدت الوجود کے تین ستون ہیں اور اگر ان کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو سارا مسئلہ سمجھ میں آ جائے گا۔

1. اعیان ثابتہ
2. وجود مطلق
3. صفات باری تعالیٰ اور عینیت

اعیانِ ثابتہ (صورِ علمیہ)

معلومات الٰہی جو علم الٰہی میں ہیں انہیں اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ ابن عربی کی اصطلاح میں وجود علمی کو ثبوت اور وجود خارجی کو وجود کہا جاتا ہے۔ ان اعیان ثابتہ یا صور علمیہ پر جو کہ قدیم سے خدا کے علم میں موجود تھیں جب خدا کی تجلی پڑی تو وہ اپنے ظلی وجودوں کے ساتھ خارج میں ظاہر ہوگئیں۔

ابن عربی تحریر فرماتے ہیں:

’’ہم میں سے ہر ایک کے لئے علم الٰہی میں ایک مقام ہے جس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں۔ یہ وہ مقام ہے جس کے ساتھ تم ثبوت علمی میں تھے اور پھر اسی مقام کے ساتھ تم اپنے وجود خارجی میں ظاہر ہوئے۔‘‘

(فصوص الحکم، فص ابراھیمیہ)

شیخ ابن عربی نے وحدت سے کثرت کا جو نظریہ پیش کیا اُسے نظریۂ عرفان (Manifestation Theory) کہا جاتا ہے یعنی کہ تجلیات الٰہیہ ہیں جو خدا سے ظہور پزیر ہوئیں اور جو پہلی تجلی ظاہر ہوئی وہ اس کائنات کا اجمالی خاکہ تھا جسے ابن عربی نے حقیقت محمدیہ کا نام دیا۔ دوسرے لفظوں میں جسے فلاطینوس نے عقل اول کہا تھا اسے ابن عربی نے حقیقت محمدیہ کہہ کر یونانی فلسفہ پر اسلامی رنگ چڑھانے کی کوشش کی۔

پہلی تجلی جو اجمالی تھی اس کے بعد دوسری تجلی جو ظاہر ہوئی وہ مفصل تھی اس میں کائنات کا تفصیلی خاکہ تھا۔ اس خاکے میں کائنات کی ہر چیز کی تفصیل تھی۔ ابن عربی نے ان اشیاء کے خاکوں کو اعیان ثابتہ یا صور علمیہ کا نام دیا یعنی جنہیں افلاطون غیر حسی دنیا میں امثال قرار دیتا ہے ابن عربی نے انہیں اعیان ثابتہ کی اصطلاح دے دی۔ فرق یہ ہے کہ افلاطون کی امثال اس مادی دنیا میں اپنے اصلی وجودوں کے ساتھ موجود ہیں جبکہ ابن عربی کا کہنا تھا ’’اَلۡاَعۡیَانُ مَا شَمَّتۡ رَآئِحَۃَ الۡوُجُوۡدِ‘‘ کہ اعیان ثابتہ نے خارج کی بُو تک نہیں سونگھی۔ یہ بات بے انتہا اہم ہے اور ابن عربی کے نظریۂ وحدت الوجود کا خلاصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کائنات میں جو بھی چیز موجود ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کا ایک خیال ہے اور خارج میں اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ جو بھی مادی اشیاء ہیں وہ سب ظلی اور اعتباری ہیں ان کا اپنا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ واجب الوجود کے سہارے قائم ہیں۔ اس کائنات میں حقیقی وجود صرف ایک ہی ہے اور وہ خدا کا وجود ہے باقی کسی شے کا کوئی وجود سرے سے ہے ہی نہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کائنات میں جو کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے یہ سب کیا ہے؟ ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ اعیان ثابتہ کے اظلال وعکوس ہیں ان کا خارجی کوئی وجود نہیں اور یہ کائنات صرف خدا کے خیال میں قائم ہے۔ مثلاً اگر ہم اپنے ذہن میں کوئی عمارت تصور کرلیں جو کہ خارجی طور پر موجود نہیں تو وہ عمارت اُس وقت تک موجود رہے گی جب تک ہمارے خیال میں ہے اور جونہی ہمارا خیال اس سے ہٹ جائے گا وہ عمارت بھی ختم ہو جائے گی۔ اب یہ عمارت جو ہم نے اپنے تصور میں قائم کی ہے یہ عین ثابتہ ہے اور اگر اس طرح کی بہت سی اشیاء خیال میں لے آئیں جن کا کوئی حقیقی وجود موجود نہیں تو یہ اعیان ثابتہ کہلائیں گی۔

ابن عربی کے نزدیک اعیان ثابتہ علم الٰہی میں ازل سے موجود ہیں۔ اگر اعیان ثابتہ موجود نہیں تھے تو خدا کی صفت علیم پر حرف آتا ہے۔ علم کے واسطے معلوم کا ہونا ضروری ہے۔ اعیان ثابتہ خارج میں اُس وقت اپنے ظلی وجودوں کے ساتھ ظاہر ہوئے جب اُن پر خدا کی تجلی پڑی یا دوسرے لفظوں میں کُنۡ فَیَکُوۡنُ کا عملی اظہار سامنے آ گیا۔ ایک اور اہم بات یہ کہ ابن عربی کے نزدیک اعیان ثابتہ غیر مبدل ہیں اور جیسے خدا کے علم میں ہیں ویسے ہی ظہور پزیر ہو رہے ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ بھی تبدیل نہیں کرسکتا کیونکہ خدا کا ارادہ بعد میں ہے اور اس کا علم پہلے ہے۔ اعیان ثابتہ خدا تعالیٰ کے کُنۡ کہنے سے عدم سے وجود میں نہیں آئے بلکہ یہ علم الٰہی میں اپنی Potential حالت میں پہلے سے موجود تھے اور پھر خدا کے ارادہ سے

اور کن کہنے سے اپنے اعتباری وجود کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔

اسی فکر کو سامنے رکھتے ہوئے غالب کہتا ہے:

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

وجود مطلق

ابن عربی نے اپنی کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں وحدت فی الوجود کا نظریہ پیش کیا جسے بعد میں ان کے متبعین اور شارحین داؤد القیصری وغیرہ نے وحدت الوجود کا نام دے دیا۔ اور اب یہی ابن عربی کے نظریے کے طور پر جانا جاتا ہے اور اس کے پیروکار وجودی کہلاتے ہیں۔ دوسرے شارحین میں صدرالدین قونوی، عبد الکریم جیلی، عبد الرحمٰن جامی اور عبد الغنی النابلسی کے نام بہت نمایاں ہیں۔

وجودیوں کا کہنا ہے کہ وحدت الوجود کا مطلب ہے:

لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ
لَا وُجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

یعنی اللہ کے علاوہ نہ کوئی موجود ہے اور نہ ہی کسی کا کوئی وجود ہے۔ وجودیوں پر جب شرک کا الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک مخلوق بھی خالق کا حصہ ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں تو ان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ شرک تب بنتا ہے جب خدا کے سوا کوئی وجود تسلیم کیا جائے جب ہم خدا کے علاوہ کسی وجود کے قائل ہی نہیں تو شرک کیسے ہو گیا۔ ان کے نزدیک ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود توحید کی بلند ترین اور حقیقی تشریح ہے۔ وحدت الوجود کے بعض پیروکار شرک کا یہ دھبہ مٹانے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی وجود نہیں اور کوئی موجود نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے مقابل پر کسی بھی وجود کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جیسا کہ سورج کے سامنے چراغ کی روشنی کی کوئی حیثیت نہیں چنانچہ خدا کے سامنے کوئی بھی شے اتنی بے وقعت اور بے حقیقت ہے کہ جیسے اس کا وجود ہے ہی نہیں۔ وجودیوں کی یہ تشریح ایک مغالطہ دہی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ یہ ابن عربی کے نظریہ کی غلط تشریح ہے۔ ابن عربی کے نزدیک کوئی شے خواہ کتنی ہی چھوٹی اور بے حقیقت ہی کیوں نہ ہو اپنا ایک وجود رکھتی ہے اور یہ ثنویت ہے اور توحید حقیقی کے خلاف ہے۔ ابن عربی خدا کے وجود کے علاوہ کسی اور کے وجود کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ وہ وحدت الوجود کے عقیدے کو اسلام کی اساس اور توحید حقیقی قرار دیتے ہیں۔

اب ذرا وحدت الوجود کے مبلغین کا نقطۂ نظر بھی پڑھ لیں۔ علامہ احمد سعید کاظمی تحریر کرتے ہیں:

’’وحدت الوجود کا مسئلہ تو عین ایمان ہے۔ تمام انبیاء کرام اور اولیاء یہی سبق دیتے آئے تھے اور یہی ہمارا کلمہ ہے جس کے معنی یہ ہیں‘‘ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود، مطلوب، مقصود اور موجود نہیں ہے۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں پہلا معنی عوام کے لئے ہے اور دوسرا معنی خواص کے لئے ہے اور تیسرا معنی خاص الخاص افراد کے لئے ہے اور چوتھا معنی مقربین کے لئے۔ ایمان کا دارومدار کلمے کے پہلے مفہوم پر ہے اور اصلاح کا دارومدار دوسرے مفہوم پر ہے اور سلوک کا دارومدار کلمے کے تیسرے مفہوم پر ہے اور وصال اور تقرب کا دارومدار کلمے کے چوتھے یعنی لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہے۔ وحدت الوجود کا انکار کلمہ شریف کا انکار ہے۔ اُمت محمدیہ اس پر متحد اور متفق ہے۔ بعض لوگوں نے حسد اور عناد کی وجہ سے وحدت الوجود سے انکار کیا ہے ورنہ تمام صحابہ کرام، اہل بیت عظام، تمام صوفیا، اولیا اور علماء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور ان کا سارا خاندان اور حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی حتیٰ کہ تمام اکابر علماء دیوبند بھی اسی وحدت الوجود کے قائل ہیں۔‘‘

(مناقب کاظمی صفحہ 151)

3۔ صفات باری تعالیٰ اور عینیت

ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات اُس کا عین (ہو بہو) ہیں۔ چونکہ کائنات کا ظہور خدا کی صفت علم میں ہوا ہے اس لئے اس کا خدا سے تعلق عینیت کا ہے مطلب یہ کہ اعیان ثابتہ خدا کے علم میں پہلے سے موجود تھے اور چونکہ خدا کی صفات ازلی اور ابدی ہیں اس لئے اعیان ثابتہ بھی ازلی اور ابدی ہیں۔ علم کے ساتھ معلوم کا ہونا لازم ہے۔ اگر اعیان ثابتہ خدا کے علم میں نہیں تھے تو اس کی صفت علم ناقص ٹھہرتی ہے۔ آپ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں: فَسُبْحَانَ مَنْ اَظْهَرَ الْاَشْيَاءَ وَهُوَعَيْنُهَا ’’پاک ہے وہ ذات جس نے کائنات کو اپنے وجود سے ظاہر کیا اور وہ کائنات اس کی عین تھی۔‘‘

ابن عربی کے اس نظریے کے مطابق کائنات بھی خدا کی طرح ازلی اور ابدی ہے۔ اقبال اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہیں صفاتِ ذاتِ حق، حق سے جُدا یا عین ذات؟
اُمت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات

عینیت کو اس مثال سے سمجھ لیں۔ جب آپ آئینہ دیکھتے ہیں تو اس میں آپ ہی کی شبیہ نظر آتی ہے جو کہ آپ ہی کا عکس ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ آئینے کے سامنے کھڑے ہوں اور آئینے میں کسی اور شے کا عکس نظر آنا شروع ہو جائے۔ اس لحاظ سے آئینے میں نظر آنے والا عکس اور شبیہ آپ کی عین ہے غیر نہیں ہے۔

لا عین ولا غیر

فصوص الحکم میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ یہ کائنات ایک لحاظ سے خدا کا عین ہے اور ایک لحاظ سے غیر ہے۔ اپنی ماہیت کے لحاظ سے عین ہے مگر جب تعین ہو جائے تو غیر ہے۔ مثال کے طور پر ایک بڑھئی لکڑی سے مختلف چیزیں بناتا ہے جیسے میز، کرسی، الماری، دروازہ وغیرہ۔ چونکہ ان سب میں لکڑی کا استعمال ہوا ہے تو یہ سب چیزیں لکڑی کا عین ہے مگر تعین کے لحاظ سے غیر ہیں۔ اسی طرح کائنات بحیثیت مجموعی خدا کا عین ہے مگر تعین کی صورت میں (انسان، حیوان، چرند، پرند، پہاڑ، دریا وغیرہ) غیر ہے۔

’’ہمارے اعیان نفس الامر میں اُسی کے اظلال ہیں۔ اُس سے غیر نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ باعتبار اطلاق وحقیقت کے ہماری عین ذات ہے اور باعتبار تقید وتشخص وہ ہماری ہویت و ذات نہیں۔ پس وہ ایک اعتبار سے عین ہوا اور ایک اعتبار سے غیر ہوا۔‘‘

’’عالم محض وہمی امر ہے۔ اس کا حقیقی و بالذات وجود نہیں۔ خیالی و وہمی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ ایک وہمی و خیالی بات ہو گی۔ اگر تم سمجھو کہ عالم ایک شے زائد ہے اور حق تعالیٰ سے خارج اور بنفسہٖ قائم ہے مگر نفس الامر میں اور دراصل عالم حق تعالیٰ سے جدا نہیں۔ دیکھو ظل ذی ظل سے ملا ہوا ہے اور ظل کا انفکاک وجدائی ذی ظل سے محال، کیونکہ ہر شے کا اپنی ذات سے انفکاک وجدائی جائز نہیں۔ اب تم اپنے آپ کو پہچانو کہ تم کون ہو اور تمہاری ہویت وحقیقت کیا ہے اور تم کو حق تعالیٰ سے کیا نسبت ہے۔ اور کس جہت سے تم حق ہو اور کس جہت سے تم عالم ہو اور کس اعتبار سے تم اُس کے غیر ہو۔‘‘

(فصوص الحکم۔ فص حکمت نوریہ در کلمہ یوسفیہ)

تثلیث کے عقیدے میں تین خداؤں کا تصور ہے جبکہ ابن عربی کے نظریے کی ہمہ گیریت ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر خدا کے وجود کا حصہ ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اور یہی ہمہ اوست کا نظریہ ہے۔ اسی مضمون کو غالب نے اس طرح بیان کیا ہے:

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اسی لئے ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنی کتاب فلسفہ وحدت الوجود میں اس تصور کو ایک Fantasy قرار دیا ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے وجود کا حصہ سمجھنے لگتا ہے اور اس کے خیال میں مرنے کے بعد وہ دوبارہ خدا کے وجود کا حصہ بن جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ Pantheism کا تصور ہے جو دین اسلام میں صریحاً شرک اور کُفر ہے۔

مراتب اور تنزیلات

ابن عربی نے ربط الحادث بالقدیم کا جو خاکہ پیش کیا وہ درج ذیل چارٹ سے واضح ہے۔

المراتب السبعة/التنزلات الستة/الحضرات الخمسة

مراتب الٰہیہ			مراتب کونیہ			مرتبہ جامعہ
پہلا مرتبہ	دوسرا مرتبہ	تیسرا مرتبہ	چوتھا مرتبہ	پانچواں مرتبہ	چھٹا مرتبہ	ساتواں مرتبہ
ذات	پہلا تنزل	دوسرا تنزل	تیسرا تنزل	چوتھا تنزل	پانچواں تنزل	چھٹا تنزل
احدیت	وحدت	وحدیت	روح	مثال	جسم	انسان
غیب مطلق	حقیقت محمدیہ	اعیان ثابتہ				

اس اجمالی خاکے میں وجود باری تعالیٰ سے انسان تک کے سفر کو مراتب سبعہ اور تنزیلات ستہ کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔

پہلا مرتبہ خود ذات خداوندی ہے اور یہ غیب مطلق ہے۔ اسے احدیت کا نام دیا گیا ہے۔ دوسرے مرتبے میں ذات خداوندی کا پہلا نزول ہوا یا پہلی تجلی ظاہر ہوئی جسے وحدت کا نام دیا گیا اور یہ تنزل حقیقت محمدیہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ خدا کے ہاں تخلیق کائنات کا اجمالی تصور تھا۔

تیسرے مرتبے میں خدا تعالیٰ نے دوسرا تنزل فرمایا جسے ابن عربی واحدیت کا نام دیتے ہیں اور یہ کائنات کی تخلیق کا تفصیلی تصور تھا جو خدا تعالیٰ کی صفت علم میں تھا۔ ابن عربی اس تفصیل کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔

یہ پہلے تین مراتب اور دو تنزلات ہیں جو ذات الٰہی میں ہی ہوئے ہیں اسی لئے انہیں مراتب الٰہیہ کا نام دیا گیا۔ اسی طرح چوتھا مرتبہ اور تیسرا تنزل روح کی صورت میں، پانچواں مرتبہ اور چوتھا تنزل امثال کی صورت میں، چھٹا مرتبہ اور پانچواں تنزل جسم کی صورت میں اور ساتواں مرتبہ اور چھٹا تنزل انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ چوتھے، پانچویں اور چھٹے مرتبے کو مراتب کونیہ یا امکانیہ کا نام دیا گیا اور آخری ساتویں مرتبے کو مرتبہ جامعہ کی اصطلاح سے نوازا گیا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ سب فلسفیانہ اور ذہنی اختراعات ہیں ان کا مذہب اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

5.مولانا روم

ابن عربی کی وفات 638ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے نظریات اور فلسفۂ وحدت الوجود کے اثرات بڑی تیزی سے اسلامی دنیا میں پھیلنا شروع ہوئے۔ وحدت الوجود کے تصور کی سرشاریت نے ہر طبقے کو اپنی گرفت میں لیا مگر خاص طور صوفیاء کے گروہ نے اسے توحید حقیقی کی اصلی تشریح سمجھ کر قبول کرلیا۔ جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ مولانا روم نے اپنی مثنوی لکھ کر پوری کر دی۔مثنوی مولانا روم کو فتوحات مکیہ کا گویا فارسی ترجمہ ہی سمجھنا چاہئے۔

مولانا روم 605ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ اپنی جوانی میں دمشق پہنچے اور ابن عربی کی صحبت اور ان کے نظریات سے فیض یاب ہوئے۔ بعد میں ابن عربی کے شاگرد صدر الدین قونوی کی شاگردی اختیار کی۔ فلسفۂ وحدت الوجود کو جس جمال آفرینی سے مولانا روم نے مثنوی میں پیش کیا ہے اس کا جواب نہیں۔ ابن عربی کا فلسفہ پیچ در پیچ، دقیق اور اصطلاحات سے پُر ہے جو عام آدمی کی سمجھ سے بالا ہے۔ اس کا عشق صوفیاء کے گروہ تک محدود تھا مگر مولانا روم نے وحدت الوجود کو شعر کی زبان میں ایسے عام فہم، دلکش اور افسانوی رنگ میں پیش کیا کہ اسے عوام الناس میں قبولیت عام حاصل ہوئی اور منبر و محراب اور مدرسوں اور خانقاہوں تک اس کی رسائی ہوگئی۔

رومی کہتے ہیں۔

بیضہ را چوزیر پر خویش پرورد از کرم؟
کفر و دیں فانی شد و شدمرزغ وحدت پُر فشاں

’’جب اُس نے اس انڈے کو اپنے کرم کی حرارت سے سیا، تو زردی اور سفیدی (کفر وایمان) کا امتیاز ختم ہوگیا اور مرغ وحدت پر فشاں نمودار ہوگیا۔‘‘ پھر لکھتے ہیں:

اتصالے بے تکیف، بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

خدا اور بندہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ نہ انسانی عقل و قیاس اس کا احاطہ کر سکتے ہیں نہ کیف و کم کے ذریعے اُسے بیان کیا جا سکتا ہے۔

نظریہ وحدت الوجود تنقید کی زد میں

تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں یونانی فلسفے کا زہر مسلمان مفکرین کی رگوں میں اتر چکا تھا اور نظریہ وحدت الوجود اپنے ارتقائی مراحل میں تھا۔ اس وقت تجدید دین کی ضرورت تھی سو مسلمانوں کو امام غزالی جیسا مجدد اور عالم دین نصیب ہوا جنہوں نے پانچویں صدی ہجری میں اسلام کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ جارحانہ انداز میں یونانی فلسفے کا رد کرتے ہوئے مسلم دنیا کو اس کے چنگل سے آزادی دلائی۔

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ابن عربی کا تخلیق کردہ نظریہ وحدت الوجود مسلمان علماء اور صوفیاء کو اپنے سحر میں جکڑ چکا تھا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس نظریے کو اسلام کی اساس سمجھ بیٹھی تھی۔ اس دور میں جو سب سے توانا آواز اس کے خلاف اُٹھی وہ امام ابن تیمیہ کی تھی۔

امام ابن تیمیہ: (661ھ - 728ھ)

امام ابن تیمیہ کو حنبلی فقہ کے شارح کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آپ بڑے عالم، فقیہ اور محدث تھے۔ اگرچہ ابن تیمیہ نے اپنے زمانے میں پائے جانے والی بدعتوں اور غیر اسلامی نظریات کے خلاف سخت موقف اپنایا لیکن آپ کا اصل ہدف اور مخالفت کا نشانہ ابن عربی اور ان کا نظریہ وحدت الوجود تھا۔

ابن تیمیہ نے ایک رسالہ ’’ابطال وحدت الوجود والرد علی القائلین بھا‘‘ کے نام سے لکھا اور بڑی وضاحت سے بڑے قوی دلائل سے نظریہ وحدت الوجود کو غیر اسلامی اور مشرکانہ قرار دیا اور لکھا کہ اس دور میں اسلام کو جتنا نقصان نظریہ وحدت الوجود نے پہنچایا ہے کسی اور نے نہیں پہنچایا۔ ابن تیمیہ نے اپنے ایک اور رسالے ’’رسالہ حقیقت مذہب الاتحادیین‘‘ میں ابن عربی کا یہ شعر نقل کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں:

اَلرَّبُّ حَقٌّ، وَالْعَبْدُ حَقٌّ
یَا لَیْتَ شَعْرِیْ مَنِ الْمُکَلَّفُ

اس کا مطلب ہے کہ رب بھی حق ہے اور انسان بھی حق ہے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان میں سے مکلف (یعنی دوسرے کو احکام کی پابندی کا حکم دینے والا) کون ہے۔ اس شعر کی بنا پر ابن تیمیہ نے ابن عربی کو کافر قرار دیا۔

ملا علی قاری

فقہ اور حدیث کے بڑے عالم ملا علی قاری اپنی کتاب ’’الرد علی القائلین بوحدت الوجود‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو... ان لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو جلانا واجب ہے اور ہر آدمی کو چاہئے کہ ان کی فرقہ پرستی اور نفاق کو لوگوں کے سامنے بیان کرے کیونکہ علما کا سکوت اور راویوں کا اختلاف اس فتنے اور تمام مصیبتوں کا سبب بنا ہے۔‘‘

(الرد علی القائلین بوحدت الوجود، صفحہ 155 - 156)

امام شعرانی

اپنی کتاب ’’لطائف المنن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’دیکھئے کفار کے عقیدے میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی اللہ کے ساتھ عینیت ثابت ہو رہی ہے لیکن یہ کفار ابن عربی اور مشائخ وجودیہ کی طرح کائنات کو اللہ کا عین نہیں مانتے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد امام شیخ الاسلام سراج الدین البلیقی سے ابن عربی کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔ (لسان المیزان)

حافظ ابن کثیر: تفسیر ابن کثیر کے مصنف حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

’’اور اس کی کتاب جس کا نام فصوص الحکم ہے اس میں بہت سی چیزیں ہیں جن کا ظاہر صریح کفر ہے۔‘‘(البدایہ والنہایہ)

یہ صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے علماء اور مشائخ نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کو صریح کفر قرار دیا۔ لیکن اس مخالفت اور کفر کے فتووں کے باوجود یہ نظریہ مسلمانوں میں پروان چڑھتا رہا اور اس کے آگے وہ دیوار کھڑی نہ کی جا سکی جو امام غزالی نے فلسفہ کے بد اثرات کے آگے کھڑی کر کے اس کی پیش قدمی روک دی تھی۔

جماعت احمدیہ کا موقف

جماعت احمدیہ گزشتہ تمام بزرگان اُمت کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ابن عربی بھی بڑے جلیل القدر صوفی اور صاحب رویائے صادقہ و کشوف بزرگ تھے۔ اگرچہ نظریہ وحدت الوجود کے ہمہ اوست تصور کو جماعت درست نہیں سمجھتی اور اس معاملے میں ہم انہیں غلطی خوردہ سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود ان پر کفر کے فتووں کی حمایت نہیں کرتے۔

(جاری ہے)

حامد اقبال۔شعبہ تاریخ جامعہ احمدیہ جرمنی

جامعہ احمدیہ جرمنی میں تقاریر کے مقابلے

جامعہ احمدیہ جرمنی میں مجلس علمی کے تحت منعقد ہونے والے علمی مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان انگریزی، عربی اور جرمن کی مختصر رپورٹ پیش ہے۔

مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان انگلش

مؤرخہ 24 نومبر 2021ء کو مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان انگلش منعقد ہوا۔ مقابلہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم نعمان احمد صاحب نے کی۔ بعد ازاں عزیزم عدنان احمد بٹ صاحب نے مقابلہ کے قواعد پڑھ کر سنائے۔

آج کے اس مقابلہ تقریر میں 15 طلبہ نے حصہ لیا۔ مقابلہ کے منصفین کے فرائض مکرم محمد احسن سعید صاحب، مکرم طلعت حفیظ صاحب اور مکرم نوید الظفر صاحب نے ادا کئے۔ ہر مقرر کے لئے تقریر تیار کرنے کے لئے 3 منٹ اور تقریر کرنے کے لئے کم سے 2منٹ اور زیادہ سے زیادہ 3منٹ کا وقت مقرر تھا۔

مقابلہ کے اختتام پر مکرم محمد احسن سعید صاحب، منصف اعلیٰ نے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پوزیشن حاصل کرنے طلبہ کا اعلان کیا۔ آج کے مقابلہ میں اوّل پوزیشن عزیزم ظافر محمود صاحب، درجہ خامسہ نے حاصل کی جبکہ دوسری عزیزم فیاض احمد صاحب، درجہ ثالثہ نے اور تیسری پوزیشن عزیزم عدنان احمد گل صاحب، درجہ خامسہ نے حاصل کی۔

مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان عربی

مؤرخہ 01 دسمبر 2021ء کو مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان عربی منعقد ہوا۔ مقابلہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم نعمان احمد صاحب نے کی۔ بعد ازاں عزیزم عدنان احمد بٹ صاحب نے مقابلہ کے قواعد پڑھ کر سنائے۔

اس مقابلہ تقریر میں 13 طلبہ نے حصہ لیا۔ مقابلہ کے منصفین کے فرائض مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب، مکرم شمس اقبال صاحب اور مکرم عثمان احمد چیمہ صاحب نے ادا کئے۔ ہر مقرر کے لئے تقریر تیار کرنے کے لئے 3 منٹ اور تقریر کرنے کے لئے کم سے کم 2منٹ اور زیادہ سے زیادہ 3منٹ کا وقت مقرر تھا۔

مقابلہ کے اختتام پر مکرم شمس اقبال صاحب استاد جامعہ احمدیہ جرمنی نے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کا اعلان کیا۔ آج کے مقابلہ میں اوّل پوزیشن عزیزم فیاض احمد صاحب، درجہ ثالثہ نے حاصل کی، دوسری پوزیشن عزیزم ظافر محمود صاحب، درجہ خامسہ نے اور تیسری پوزیشن عزیزم مبارز احمد بھٹی صاحب، درجہ رابعہ نے حاصل کی۔ حوصلہ افزائی کے لئے عزیزم سفیان احمد چیمہ صاحب، درجہ اولیٰ کا نام منتخب ہوا۔

مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان جرمن

مؤرخہ 15 دسمبر 2021ء کو مقابلہ تقریر فی البدیہہ بزبان جرمن منعقد ہوا۔ مقابلہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم سلطان احمد سمیع صاحب نے کی۔ بعد ازاں عزیزم فیاض احمد صاحب نے مقابلہ کے قواعد پڑھ کر سنائے۔

اس مقابلہ تقریر میں 18 طلبہ نے حصہ لیا۔ مقابلہ کے منصفین کے فرائض مکرم طارق احمد ظفر صاحب، مکرم شعیب عمر صاحب اور مکرم عثمان احمد چیمہ صاحب نے ادا کئے۔ ہر مقرر کے لئے تقریر تیار کرنے کے لئے 3 منٹ اور تقریر کرنے کے لئے کم سے کم 2منٹ اور زیادہ سے زیادہ 3منٹ کا وقت مقرر تھا۔

مقابلہ کے اختتام پر مکرم طارق احمد ظفر صاحب، استاد جامعہ احمدیہ جرمنی نے طلبہ کو نصائح کرتے ہوئے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کا اعلان کیا۔ آج کے مقابلہ میں اوّل پوزیشن عزیزم فیاض احمد صاحب، درجہ ثالثہ نے حاصل کی، دوسری پوزیشن عزیزم عمیر الیاس صاحب، درجہ شاہدنے اور تیسری پوزیشن عزیزم یونس یوسف صاحب، درجہ اولیٰ نے حاصل کی۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

جوڑ کر رحم کی بھیک مانگیں گے۔ تمہارے پاؤں پڑ کر تم سے زندگی کی فریاد کریں گے لیکن یہ سب تمہاری بھول ہے۔ ہم تو اُس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں جس نے خود بھی صبر اور عالی ہمتی کا عظیم نمونہ دکھایا اور اپنے صحابہ میں بھی قوتِ قدسی سے وہ جذبہ پیدا کیا جس نے صبر واستقامت کے وہ عظیم معیار قائم کر دیئے جن کا ذکر میں نے گزشتہ خطبات میں کیا تھا۔ ظلم وتعدی نے اُن سے اَحد اَحد کا نعرہ تو لگوایا لیکن کسی بُت کے بڑا ہونے کا نعرہ نہیں لگوایا۔ ظلم بڑھے تو ان کی سجدہ گاہیں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے تو تر ہوئیں، کسی بت یا بُت کے پجاری کے آگے ماتھا ٹیک کر گڑگڑاتے ہوئے نہیں۔ پس جب ہمیں حکم ہے کہ اُن نمونوں کو پکڑو تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم اس اُصل کو بھول کر ان دشمنوں کے پیچھے چل پڑیں، ان مخالفینِ احمدیت کے پیچھے چل پڑیں۔ ہمیں ہمارے ایمان سے ہٹانے کی ہر کوشش انہی پر الٹ جائے گی۔ ان کے تمام منصوبے اکارت جائیں گے۔ ان کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہوں گی، اس لئے کہ ہم نے اپنے سچے وعدوں والے خدا کو پہچان لیا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے تو پھر ہم ان ڈرانے والوں اور ان کے ظلموں کی وجہ سے اپنے خدا کو کس طرح چھوڑ دیں جس نے جماعت کو ہر آزمائش میں اور ہر ابتلاء سے دلوں کی تسکین پیدا کرتے ہوئے گزارا ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلامِ صادق پر ایمان اور یقین میں مزید پختہ کیا ہے۔ پس یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے خدا کو چھوڑ کر ان جیسوں کو جن کی ہمارے نزدیک ایک کوڑی کی بھی حیثیت نہیں ہے، خدا بنالیں۔ اپنے ایمانوں کو ضائع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے دنیا و آخرت میں پیار سے محروم ہو جائیں۔ اگر یہ ان لوگوں کی سوچ ہے تو ان جیسا شائد ہی دنیا میں اور روئے زمین پر کوئی پاگل ہو۔ اگر اس سوچ کے ساتھ یہ احمدیوں پر سختیاں اور تنگیاں وارد کر رہے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ یہ مشکلات اور تکلیفیں تو ہمیں خدا تعالیٰ سے دور ہٹانے کی بجائے اس کے قریب تر کر دیتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 دسمبر 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

پانی سے اپنا تہ بند جو ہے اُس کو دھویا۔ میرا ملازم مسمّی منگتو سو رہا تھا۔ وہ بھی جب مَیں دھو رہا تھا تو جاگ پڑا اور وہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ یہ تہ بند جو ہے، لاچا ہے مجھے دو میں دھوتا ہوں۔ مگر مَیں اُس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہوگیا اور کہتے ہیں کہ گیلا تہ بند باندھ کے مَیں نے نماز پڑھنی شروع کی اور منگتو دیکھتا گیا اور محویت کے عالَم میں میری نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو جو ملازم تھا وہ تھک کے سو گیا اور مَیں نماز میں مشغول رہا۔ پس یہ نماز براہین نے پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک مَیں نے نماز نہیں چھوڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا طوطیہ تمہید مَیں نے باندھا تھا۔ یعنی یہ لمبی اور خوبصورت تمہید مَیں نے یہ معجزہ بیان کرنے کے لئے باندھی ہے کہ کس طرح براہین احمدیہ نے میرے اندر ایک انقلاب پیدا کیا۔ کہتے ہیں عین جوانی میں بحالت ناکتخدا (یعنی میرے جوانی کے دن تھے اور میں غیر شادی شدہ بھی تھا) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایمان جو ثریا سے شاید اوپر ہی گیا ہوا تھا اتار کر میرے دل پر داخل کیا اور ''مسلماں را مسلماں باز کردند'' کا مصداق بنایا۔ جس رات میں مَیں بحالت کفر داخل ہوا تھا اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔ براہین احمدیہ پڑھنے کی وجہ سے۔ اس مسلمانی پر جب میری صبح ہوئی تو مَیں وہ محمد دین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔ فطرتاً مجھ میں حیا کی خصلت اچھی تھی۔ فطرت میں یہ تھا میرے اندر حیا تھی لیکن اوباشوں کی صحبت میں عنقا ہو چکی تھی (یعنی ختم ہو گئی تھی غلط لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے۔) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے مجھے وہی خصلت حیا واپس دی۔ میں اس وقت اس آیت کے پرتو کے تحت مزے لے رہا تھا۔ سورۃ حجرات کی یہ آیت نمبر 7 یہاں لکھا ہے لیکن یہ 8۔ 9 آیت ہے کہ اَللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعۡمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۹﴾ (الحجرات: 8 - 9) یعنی اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا اور تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور کفر اور بداعمالی اور نافرمانی سے کراہت پیدا کر دی ہے۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ کی طرف سے ایک بڑے فضل اور نعمت کے طور پر یہ ہے۔ اللہ دائمی علم رکھنے والا اور حکمت رکھنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن کی عظمت اور محبت نے میرے دل میں ڈیرہ لگایا۔ گویا علم شریعت جو ایمان کی جڑ ہے اُس کے حاصل کرنے کا شوق اور فکر دامنگیر ہوا۔ ازاں بعد سال 1893ء، 1894ء میں براہین احمدیہ کا ایک دور ختم کیا جو نمازِ تہجد کے بعد پڑھتا تھا اور پھر آئینہ کمالاتِ اسلام پڑھا جو ''توضیح المرام'' کی تفسیر ہے۔ حضرت قبلہ منشی مرزا جلال الدین صاحب پنشنر منشی رسالہ نمبر 12 ساکن بولانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات دو ماہ کی رخصت لے کر سیالکوٹ چھاؤنی سے بولانی تشریف لائے اور بولانی ہی میں مَیں پٹواری تھا۔ اُن سے پتہ پوچھ کر بیعت کا خط لکھ دیا جس کا جواب مجھے اکتوبر 1894ء میں ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ ظاہری بیعت بھی ضروری ہے جو میں نے 5/ جون 1895ء مسجد مبارک کی چھت پر بالا خانے کے دروازے کی چوکھٹ کے مشرقی بازو کے ساتھ حضرت صاحب سے کی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ غیرمطبوعہ جلد 7 صفحہ 46-47 روایت حضرت میاں محمد الدین صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 30/ نومبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُكَ الۡهُدٰی وَالتُّقٰی وَالۡعَفَافَ وَالۡغِنٰی

(صحیح مسلم، کِتَابُ الذِّکۡرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوۡبَةِ وَالۡاِسۡتِغۡفَارِ بَابُ فِی الۡاَدۡعِيَةِ حدیث 6904)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی، اور (دل کا) غنا مانگتا ہوں۔

یہ سید ومولیٰ، خاتم النبیین، مقدس الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی تقویٰ اور پاکیزگی کے حصول کی پیاری دعا ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا کثرت سے پڑھتے تھے۔

عَنۡ أَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كُنۡ وَرِعًا تَكُنۡ أَعۡبَدَ النَّاسِ وَكُنۡ قَنِعًا تَكُنۡ أَشۡكَرَ النَّاسِ وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفۡسِكَ تَكُنۡ مُؤۡمِنًا وَّأَحۡسِنۡ مُجَاوَرَةَ مَنۡ جَاوَرَكَ تَكُنۡ مُسۡلِمًا وَأَقِلَّ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثۡرَةَ الضَّحِكِ تُمِيۡتُ الۡقَلۡبَ

(قشیریہ، المؤلف: عبد الکریم بن ھوازن بن عبد الملك القشیری، باب القناعة)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ متقی بنو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے، قناعت اختیار کرو سب سے زیادہ شکر گزار سمجھے جاؤ گے۔ لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو حقیقی مومن کہلاؤ گے۔ اچھے پڑوسی بنو سچے مسلمان کہلاؤ گے۔ کم ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

زندہ وُہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
ہر دم اسیر نخوت و کبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفّت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 17-18)

اللہ کرے جماعت کا ہر فرد خدا تعالیٰ کا عزیز وحبیب ہو اور ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا ہو۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

ایڈیٹر کے نام خط

مکرم میر انجم پرویز ۔مربی سلسلہ عربی ڈیسک یو کے لکھتے ہیں کہ:

مؤرخہ 17 جنوری 2022 کو روزنامہ الفضل آن لائن میں آنمکرم نے خاکسار کا ایک مضمون ''ابھی وہ، نام خدا، ہے غنچہ'' کے عنوان سے شائع فرمایا ہے، جس پر خاکسار آپ کا بے حد ممنون وشاکر ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''سرمہ چشم آریا'' میں ایک شاعر کرامت علی خان شہیدی کا ایک مصرع ''ابھی وہ نام خدا ہے غنچہ، صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے'' درج فرمایا ہے۔ اس مضمون میں اس شاعر کا تعارف اور وہ نظم دی گئی ہے جس کا ایک مصرع حضور نے اپنے مضمون میں استعمال فرمایا تھا۔

اس مضمون کے آخر میں ''دیوانِ شہیدی'' میں سے اس صفحے کا عکس بھی دیا گیا تھا جس میں یہ نظم شامل ہے، لیکن یہ عکس شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔ بعض احباب نے یہ مضمون پڑھ کر پوچھا کہ کیا یہ مصرع شاعر کے کسی مطبوعہ دیوان میں بھی ملتا ہے؟ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین الفضل کے لیے دیوانِ شہیدی کا یہ عکس چھاپ دیا جائے۔

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

دیوانِ شہیدی

(عکس دیوانِ شہیدی مطبوعہ 1873ء۔سرورق وصفحہ 183)

یہاں یہ ذکر بھی مفید ہوگا کہ کرامت علی خان شہیدی صاحب کا کلام ''کلیاتِ شہیدی'' کے نام سے بھی شائع شدہ ہے۔ اس میں صفحہ نمبر 58 پر بھی یہ نظم شامل ہے۔ کلیاتِ شہیدی میں سے اس صفحے کا عکس بھی ہدیہ قارئین ہے۔

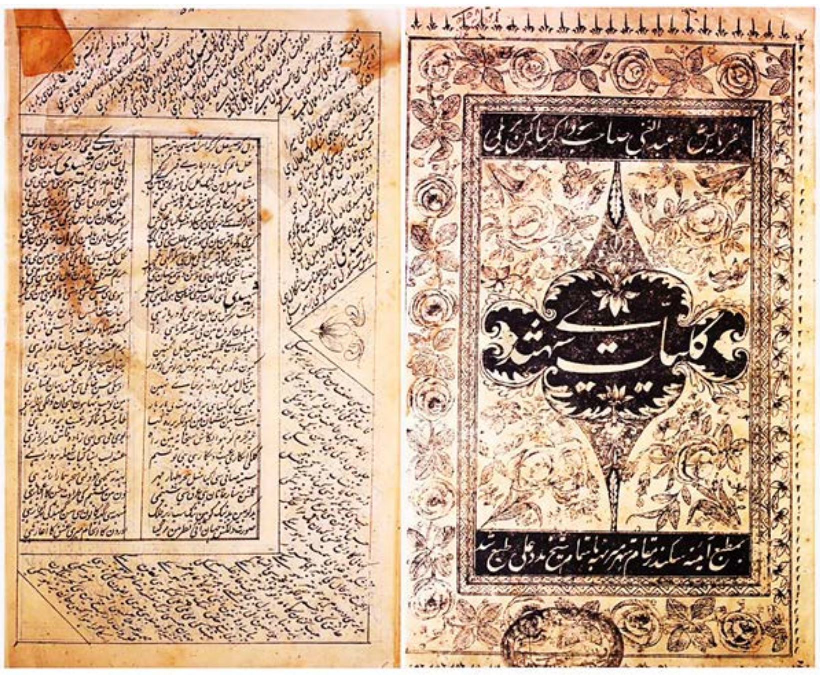

کلیات شہیدی

(عکس کلیاتِ شہیدی۔سرورق وصفحہ 58)

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے اور الفضل کو قبولِ عام عطا فرمائے اور قارئین الفضل کے علم وفضل میں پیش بہا اضافہ فرمائے، آمین

خدا ایسے بھی دوڑ کر آتا ہے

مکرمہ نسیم اختر بیان کرتی ہیں کہ:

آپ کی خدمت میں خلافت کی برکت اور قربِ الٰہی کا ایک تازہ واقعہ روزنامہ الفضل میں شائع کرنے کے لیے لکھنا چاہتی ہوں۔ جو کہ یقیناً ہم سب کے لیے بطور ایک نشان اور خلافت کی عظیم برکت کی اہمیت بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قدر کرنے اور حقیقی وفا کرنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین۔

میرے بیٹے عزیزم مطہر احمد دانش (وقف زندگی) طالب علم جامعہ احمدیہ یو کے کچھ روز قبل حفاظت خاص ڈیوٹی کے لیے اسلام آباد آئے ہوئے تھے۔ جب ان کی ڈیوٹی ختم ہوئی تو جامعہ واپسی سے قبل انہوں نے مجھے وٹس ایپ پر ویڈیو کال کی۔ اس وقت ہم فن لینڈ اپنے گھر میں تمام اہل خانہ چائے کے ساتھ گلاب جامن (مٹھائی) کھا رہے تھے۔ مجھے چونکہ معلوم ہے کہ میرے بیٹے کو مٹھائی بہت پسند ہے اس لیے میں نے اپنے سامنے سے مٹھائی چھپانے کی کوشش کی مگر میرے دوسرے بچے اس بات کو نہ سمجھ سکے۔ اور انہوں نے عزیزم مطہر احمد کو مٹھائی مزاقاً ہاتھ اوپر کر کے دکھا کر کھانی شروع کر دی جس پر وہ مسکراتا رہا۔اور کچھ دیر میں کال ختم ہو گی۔صرف چندمنٹ بعد اس نے دوبارہ مجھے ویڈیو کال کی تو اس کے ہاتھ میں ایک مکسڈ مٹھائی کا خوبصورت ڈبہ تھا جس میں طرح طرح کی مٹھائی تھی۔ کہنے لگا میں واپس جانے کے لیے اپنی پوسٹ کے باہر کھڑا تھا کہ اچانک محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب میرے سامنے سے گزرے۔ میری طرف دیکھا اور میرے پاس آکر میرے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھما کر فرمانے لگے کہ یہ مٹھائی آپ کھالیں مجھے تو شوگر ہے۔ اور خود اپنے گھر تشریف لے گئے۔

یہ واقعہ دیکھتے ہی میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور ہم سب خدا تعالیٰ کے اس نشان پر خدا کے شکر گزار ہو گئے۔ کوئی اس واقعہ کو بے شک عام سا واقعہ کہے مگر ہم سب جانتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ خود تمام واقفین زندگی کا بہترین کفیل ہے۔ اور ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت اور نظام جماعت کی حقیقی رنگ میں اطاعت کرنے اور خدمت دین کرنے والوں کی قدر کرنے والا بنائے۔

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یو کے
2022ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان و انٹرویو) 4 اور 5 جولائی 2022ء کو ان شاء اللہ جامعہ احمدیہ یو کے میں ہو گا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار

درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60% سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر

جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہئے۔

میڈیکل سرٹیفکیٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہئے۔

تحریری ٹیسٹ و انٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہو گا جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہو گا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہو گی، نامکمل درخواست پر کارروائی نہیں کی جائے گی:۔

1. درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔
2. درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفکیٹ (بزبان انگریزی)۔
3. جی سی ایس ای/اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔
4. پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔
5. درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔
6. درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔

متفرق ہدایات

1. درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔
2. مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 مئی 2022ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔
3. جامعہ احمدیہ یو کے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

Jamia Ahmadiyya UK
Branksome Place
Hindhead Road
Haslemere
GU27 3PN
Tel: +44(0)1428647170
+44(0)1428647173
Mob: +44(0)7988461368
Fax: +44(0)14286474

رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یو کے)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے

رمضان کا مبارک و مقدس مہینہ رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ سایہ فگن کرنے والا ہے۔ ادارہ کا پروگرام ہے کہ اس بابرکت مہینہ میں روزانہ ہی رمضان کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو قارئین کے سامنے آشکار کیا جائے تا وہ رمضان کی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکیں۔

لہٰذا تمام مضمون نگاروں اور شعراء سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریریں اور مضامین و منظوم کلام

Info@alfazlonline.org پر بھجوانے کا آغاز کر دیں۔ کان اللّٰہ معکم

(ایڈیٹر)

کونوا مع الصادقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔‘‘

(خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر 20 صفحہ 231)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

سنی سنائی بات کی تشہیر کرنا

افواہیں اور سنی سنائی باتیں ازمنہء قدیم میں بھی پھیلائی جاتیں تھیں مگر اُس وقت بات پھیلنے میں کچھ وقت لگتا تھا۔ دورِ حاضر میں ٹیکنالوجی میں جدت، سوشل میڈیا، پرنٹنگ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے بے جا اور غلط استعمال کی وجہ سے صحیح اور غلط خبر آندھی اور طوفان کی سی تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض اوقات افواہیں اور بغیر تحقیق کے پھیلائی جانے والی من گھڑت خبریں کمزور دل لوگوں کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہوتی ہیں۔ یہ مومن کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ بغیر تحقیق کے خبریں آگے پھیلاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

فقہی کارنر

بڑی عمر میں ختنہ کروانا ضروری نہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص بچھتر سنگھ ریاست جموں کے تھے۔ وہ قادیان آ کر مسلمان ہوگئے۔ نام ان کا شیخ عبد العزیز رکھا گیا۔ ان کو لوگ اکثر کہتے تھے کہ ختنہ کرالو۔ وہ بیچارے چونکہ بڑی عمر کے ہوگئے تھے اس لئے ہچکچاتے اور تکلیف سے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ آیا ختنہ ضروری ہے۔ فرمایا بڑی عمر کے آدمی کے لئے سترِ عورت فرض ہے مگر ختنہ صرف سنت ہے۔ اس لئے ان کے لئے ضروری نہیں کہ ختنہ کروائیں۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 756)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

25 جنوری 2022ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:41	18:06
مدینہ منورہ	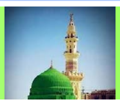	05:45	18:02
قادیان		06:01	17:56
ربوہ		05:41	17:36
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:20	16:41